4

وعدوں کی آخری تاریخ دس فروری 1947ء ہے جماعتوں کو فہرستیں مکمل کر کے جلدی ارسال کرنی چاہئیں

(فرمودہ 31 جنوری 1947ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''تحریک جدید کے اس حصہ کے مخاطبین کے متعلق جو پنجاب میں یا سرحد میں، یوپی یا بہار میں رہتے ہیں وعدوں کی آخری تاریخ دس فروری ہے۔ دس فروری کے لکھے ہوئے وعدے قبول کئے جائیں گے۔ اس کے بعد کے وعدے قبول نہیں کئے جائیں گے۔ اس کے بعد ان علاقوں کے دورِاوّل میں حصہ لینے والوں کے وعدے نہیں لئے جائیں گے۔ چونکہ دیہات میں ہفتہ میں ایک دو دفعہ ڈاک نکلتی ہے اِس لئے دس فروری کے لکھے ہوئے وعدے پندرہ سولہ فروری تک پہنچتے رہتے ہیں۔ اِس کے بعد ان علاقوں کے لئے اِس سال کے وعدوں کا دروازہ بند ہو جائیگا۔ اِس وقت وعدوں کی جو رفتار ہے وہ ایسی نہیں کہ اسکو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکے کہ اس سال احباب نے تندہی اور محنت سے کام کیا ہے۔ جب مَیں نے شروع شروع میں نئے سال کا اعلان کیا تو پندرہ بیس دن تک تو بڑے جوش کے ساتھ وعدے موصول ہوتے رہے اور جہاں تک ان دوستوں سے ہوسکتا تھا انہوں نے پچھلے سال کی نسبت اِس سال کے وعدوں میں زیادتیاں بھی کی تھیں۔ گو اَب بھی بعض دوست اپنے چندوں میں زیادتیاں کر رہے ہیں اور بعض تو غیر معمولی طور پر اپنے چندہ کو بڑھا رہے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جماعت نے تندہی اور

محنت سے کام کیا ہے۔ کیونکہ اب تو وعدوں کی فہرستیں بہت آہستہ آہستہ آ رہی ہیں اور ان میں کوئی خاص نمایاں زیادتی نظر نہیں آتی۔ مَیں نے جماعت کو بارہا اِس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ہماری قربانیاں کسی ایک وقت کے ساتھ تعلق نہیں رکھتیں۔ اور جس قسم کی فوری قربانیاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ کو کرنی پڑی تھیں اُس قسم کی قربانیاں ہم کو نہیں کرنی پڑیں۔ اور جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ کو تھوڑا عرصہ قربانیاں کرنے کے بعد غلبہ حاصل ہو گیا تھا اُس طرح ہمارے لئے تھوڑا عرصہ مقدر نہیں۔ صحابہؓ پر قربانیوں کا بے انتہاء بوجھ یکدم ڈالا گیا اور اُن کو تھوڑے سے عرصہ میں بے انتہا کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہ مقدر کیا ہے کہ ہماری ترقی صحابہؓ کی نسبت دیر سے ہو۔ اِس لحاظ سے ہمارے لئے قربانیوں کا عرصہ بھی لمبا کر دیا گیا ہے تا کہ ہماری قربانیاں صحابہؓ کی قربانیوں کے مشابہہ ہو جائیں اور ہمارا انعام اور جزا اُن کے انعام اور جزا کے مشابہہ ہو جائے۔ جو کام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو بیس سال یا یوں کہو کہ بتیس سال (کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی بارہ سال تک مسلمانوں کو مشکلات کا سامنا رہا) میں کرنا پڑا۔ ہمارے متعلق اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہماری جماعت اِس کو کتنے وقت میں کر سکے گی۔ مگر یہ تو ظاہر ہے کہ اِس وقت تک سلسلہ کے اعلان کو اٹھاون سال ہو گئے ہیں۔ اٹھاون سال کے عرصہ میں ابھی ہمارے کام کا خاتمہ پر پہنچنا تو درکنار ابھی تو وہ ابتدائی مراحل میں نظر آتا ہے۔ اور ابھی تک سلسلہ کی ترقی ایسی نہیں کہ اِس کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکیں کہ بقیہ حصّہ کام کا پانچ سات یا دس سال میں ہو جائے گا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہت زیادہ عرصہ ہمیں اپنی قربانیوں کو جاری رکھنا ہوگا۔ اس معاملہ میں اسلام کی مثال بنی اسرائیل کی سی ہے اور ہم اُن کے نقش بنقش چل رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کو بہت تھوڑے عرصہ میں فتح و کامرانی حاصل ہو گئی۔ لیکن حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے زمانہ میں عیسائیوں کو ایک لمبے عرصہ تک قربانیاں کرنی پڑیں اور قریباً تین سو سال کی قربانیوں کے بعد انہوں نے کامیابی و کامرانی کا منہ دیکھا۔ اِسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد کامیابی ہو گئی اور ہماری کامیابی میں دیر لگے گی۔ ہاں چونکہ مسیح ناصری سے مسیح محمدی افضل ہے اِس لئے اُتنا لمبا عرصہ تو نہیں ہو سکتا جتنا کہ عیسائیوں کے لئے مقدر تھا۔ اُس سے تو بہرحال کم ہی

ہوگا۔ یہ استدلال اِس امر سے بھی ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کا زمانہ حضرت موسیٰؑ سے کم تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ساٹھ اور ستّر سال کے درمیان قربانیاں کرنی پڑیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو بتیس سال قربانیاں کرنی پڑیں گویا نصف سے بھی کچھ کم عرصہ بنتا ہے۔ اِسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قوم کی قربانیوں کا زمانہ چونکہ دوسَو اسّی سال کا تھا اِس لحاظ سے ہمارے لئے ایک سَو بیس سال کا زمانہ ہوتا ہے۔ جس میں سے ستاون سال گزر چکے ہیں اور تریسٹھ سال باقی ہیں۔ اور اِس بات کو دیکھتے ہوئے کہ یہ زمانہ یوں بھی سُرعت کا ہے اور اِس میں دنیوی کام بہت سُرعت کے ساتھ ہو رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ ہمیں ایک سَو بیس سال سے بھی کچھ پہلے فتح و کامرانی حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اِس لحاظ سے کتنا عرصہ پہلے ہمیں غلبہ اور ترقی حاصل ہوگی۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کام ستّر، اسّی، یا نوّے سال میں ہی ہو جائے اور اِسی عرصہ میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے احمدیت کو دنیا میں قائم کر دے۔ بہرحال قربانیوں کے اتنے کم سال بھی نہیں ہو سکتے جتنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے۔ صحابہؓ نے کُل بتیس سال قربانیاں کیں۔ اور بتیس سال میں اسلام کو وہ شان وشوکت حاصل ہوگئی تھی کہ دنیا کی تمام حکومتیں اُس کے خلاف آواز اٹھانے سے ڈرتی تھیں۔ لیکن ہمارے اعلان کو اٹھاون سال گزر چکے ہیں اور ابھی ہمیں صحابہؓ کے مقابلہ میں کچھ بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مختلف ممالک میں احمدیت کا بیج بو دیا ہے۔ کچھ یہاں بویا ہے کچھ وہاں بویا ہے اور اِس بیج کا چھینٹا دنیا کے تمام ممالک میں دے دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بیج کو دنیا بھر میں اُگانا چاہتا ہے اور اسے بڑھانا چاہتا ہے اور دنیا کی ضروریات کو اِس سے پورا کرنا چاہتا ہے۔ باقی یہ کہ یہ کام کتنے عرصہ میں ہوگا؟ اِس کا پورا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے۔ مگر اس کامیابی اور کامرانی کے آثار نظر آ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ آخری لڑائی کب ہوگی۔ لیکن ہم اپنی اس لڑائی کے متعلق جو کہ دلائل اور بیّنات کی لڑائی ہے یہ بات یقینی طور پر جانتے ہیں کہ اِس کا انجام ہمارے حق میں ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اب ہم نہایت ہی اہم دَور میں داخل ہو رہے ہیں اور آئندہ ایک دو سال میں جماعت کو پہلے کی نسبت بہت زیادہ قربانیاں کرنی پڑیں

گی۔ اس لئے مومنوں کا فرض ہے کہ وہ پورے طور پر تیاری کریں اور زیادہ سے زیادہ قربانی پیش کر کے اپنے اخلاص اور نیکی کا نمونہ قائم کریں۔ جو لوگ اِس موقع پر سستی اور غفلت سے کام لیں گے وہ گر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے دروازے سے دھتکار دیئے جائیں گے۔ یہ بہت خوف کا مقام ہے۔ ہر احمدی کو چاہیئے کہ وہ تیز تیز قدم اٹھائے اور اپنے دوسرے ساتھیوں سے منزل پر پہلے پہنچنے کی کوشش کرے۔

دو سال ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک الہام کے ذریعہ بتایا تھا کہ جزا کا دن تو قریب آ چکا ہے لیکن جماعت ابھی منزل سے دور ہے۔ وہ الہام یہ تھا

"روز جزا قریب ہے اور راہ بعید ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اِس میں بتایا ہے کہ ہم تو انعام دینے کو تیار ہیں لیکن جماعت کو چاہیئے کہ وہ انعام حاصل کرنے کے مقام پر پہنچ جائے تا کہ جب ہمارے انعام کا وقت آئے تو وہ پہلے سے اُس مقام پر کھڑے ہوں۔ یہ نہ ہو کہ ہم انعام دینے کے لئے آئیں اور وہ منزل سے دور ہوں۔ یہ حالت بہت خطرناک ہے اور اللہ تعالیٰ وہ دن نہ لائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام تقسیم کرنے کا اعلان ہو جائے اور ہم ابھی منزل پر ہی نہ پہنچے ہوں۔ مثلاً کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ مَیں فلاں وقت گاؤں سے ایک میل پر گھوڑا یا بیل یا گائے چھوڑ جاؤں گا تم وقت پر پہنچ کر وہ لے لینا۔ دینے والا شخص اپنے وعدہ کے مطابق اُس جگہ گھوڑا یا بیل یا گائے چھوڑ جائے لیکن لینے والا وقت پر نہ پہنچے۔ تو یقینی بات ہے کہ اُسے چور لے جائیگا۔ دینے والا تو دے گیا لیکن لینے والے نے اپنی سُستی اور غفلت کی وجہ سے اُسے ضائع کر دیا۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے اِس الہام میں بتایا ہے کہ مَیں تمہیں انعام تو دینا چاہتا ہوں لیکن ابھی تمہاری راہ بعید ہے اور تم ابھی اُس مقام سے دُور ہو جہاں مَیں نے انعام رکھنا ہے۔ اگر تم وقت پر نہ پہنچے تو کوئی دوسرا اٹھا کر لے جائیگا۔ اب انعام حاصل کرنا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ انتہائی کوشش کے ساتھ دوڑ کر اُس مقام پر پہنچنے کی کوشش کرے۔ پس مَیں جماعت کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں اور ابھی بہت سے وعدے باقی ہیں۔ جماعتوں کو کوشش کر کے فہرستیں جلدی جلدی مکمل کرنی چاہئیں۔ اور وقت سے پہلے بھجوانے کی کوشش کرنی چاہیئے تا کہ آئندہ

سال کا بجٹ تیار ہو سکے اور کارکن اندازہ لگانے میں غلطی نہ کھائیں۔ اندازہ کے غلط ہو جانے سے بجٹ میں بہت سی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں اور آئندہ کام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ نہ صرف ہم ہی تبلیغ کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمارے لئے تبلیغ کے سامان پیدا کر رہا ہے۔ ہمارے مبلغ ایک ملک میں سے گزر کر دوسرے ملک میں تبلیغ کے لئے جا رہے تھے کہ اُس ملک کے لوگوں نے ہمارے مبلغین کو کہا کہ آپ لوگ اِتنی دور جا رہے ہیں اور ہمارا ملک جو کہ آپ کے رستہ میں ہے اِس میں آپ تبلیغ نہیں کرتے۔ آخر اِس کی کیا وجہ ہے کہ آپ ہمارے ملک کو جو کہ رستہ میں ہے چھوڑ دیتے ہیں اور اِس سے دور آگے کے ممالک میں آپ تبلیغ کرتے ہیں؟ جب اس قسم کے متواتر کئی پیغام ہمارے پاس آئے تو مَیں نے سمجھا کہ ان لوگوں کے دلوں میں یہ تحریک اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا کی گئی ہے اور وہاں کے لوگوں کا خود مبلغ مانگنا اللہ تعالیٰ کی کسی خاص حکمت کے ماتحت ہے۔ چنانچہ ہم نے وہاں کی گورنمنٹ سے اپنے مبلغ کے داخلہ کی اجازت مانگی لیکن گورنمنٹ نے ہمیں جواب دیا کہ یہاں کے لوگ آپ کے مبلغ کے داخلہ کو ناپسند کرتے ہیں اِس لئے اجازت نہیں دی جا سکتی۔ مَیں نے کہا چونکہ یہ خدائی تحریک ہے کہ وہاں کے غیر احمدیوں نے خود مبلغ کے بھجوانے کی خواہش ظاہر کی ہے اِس لئے یہ جواب ہمارے لئے کافی نہیں۔ ہم نے ایک پاس کے ملک والے مبلغ سے خط و کتابت کی کہ وہ اس دوسرے ملک کے کسی آدمی کو دین کے لئے زندگی وقف کرنے کی تحریک کرے تا کہ اِس ذریعہ سے اُس ملک میں تبلیغ کا راستہ کھل جائے۔ کیونکہ اُس علاقہ کے باشندوں کو گورنمنٹ داخل ہونے سے نہیں روک سکتی۔ چنانچہ کل ہی وہاں سے جواب آیا ہے کہ ایک دوست نے اِس کام کے لئے اپنی زندگی وقف کی ہے اور اس دوست نے قربانی کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ ان ممالک کا گزارہ پہلے ہی بہت مہنگا تھا اور اب جنگ کی وجہ سے تو اَور بھی مہنگا ہو گیا ہے۔ سفرِ ولایت میں جب ہم شام میں گئے تو میرے ساتھیوں میں سے ایک نے اپنی قمیص دھونے کے لئے دھوبی کو دی۔ جب دھوبی قمیص دھو کر لایا تو اُس نے سَوا روپیہ قمیص کی دھلائی مانگی۔ میرے ساتھی نے کہا تم قمیص ہی لے جاؤ مَیں دھلائی نہیں دینا چاہتا۔ کیونکہ دھلائی قمیص کی اصل قیمت سے زیادہ ہے۔ چنانچہ وہ دھوبی قمیص لے کر چلا گیا۔ تو ان ممالک کے گزارے اِس قدر گراں ہیں کہ

ہندوستان کے اخراجات پر اُن کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ باوجود ان باتوں کے اس دوست نے جو گزارہ اپنے لئے لکھا ہے وہ نہایت قلیل ہے۔ اس سے تو ہندوستان میں بھی گزارہ نہیں ہوسکتا۔ وہ دوست نہ قادیان آئے اور نہ ہی انہوں نے سلسلہ کی کتب کا کوئی مطالعہ کیا ہے۔ لیکن قربانی کا جو نمونہ اس دوست نے پیش کیا ہے اُس پر رشک آتا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ مَیں اپنی زندگی وقف کرتا ہوں۔ مَیں اپنا کام چھوڑ کر قادیان تعلیم کے لئے آنے کو تیار ہوں۔ میری دو بیویاں اور (دو مائیں) اور بچے ہیں۔ ان کے گزارہ کے لئے مجھے صرف اتنی اجازت دی جائے کہ مَیں قادیان میں کچھ کام کر کے اُن کو گزارہ بھجوا سکوں۔ اور گزارے کی رقم جس کے لئے اُنہوں نے کام کرنے کی اجازت مانگی ہے وہ بیس روپے لکھی ہے۔ وہ انگریزی درزی ہیں اور کٹنگ کا کام کرتے ہیں۔ ہم نے اُن کو لکھا ہے کہ ہم آپ کو اور آپ کے بیوی بچوں کو بھی گزارہ دیں گے آپ قادیان آ جائیں۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف اللہ تعالیٰ دینی کاموں میں ہماری مدد فرماتا ہے بلکہ اپنے فضل سے نئے نئے ملک ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے کہ ان میں بھی تبلیغ کرو۔ ہمارے جو مبلغ سپین میں کام کر رہے ہیں اُنہوں نے وہاں سے لکھا ہے کہ جو لوگ عربی ممالک کے یہاں آتے ہیں وہ ہم سے پوچھتے ہیں کہ اِس کی کیا وجہ ہے کہ آپ عیسائی ملکوں میں تو تبلیغ کرتے ہیں اور ہمارے ملکوں میں تبلیغ نہیں کرتے۔ گویا ہمارے ایک ایک ملک کے مبلغوں سے دوسرے ملکوں کے لوگ ہماری جماعت کے متعلق علم حاصل کرتے ہیں اور پھر وہ مبلغین کا مطالبہ شروع کر دیتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ اور خدائی ارادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے تبلیغی پروگرام کو زیادہ وسیع کرنا چاہتا ہے۔ اور مبلغین جتنے زیادہ ہوتے جائیں گے اُتنا ہی جماعت پر بوجھ بڑھتا جائے گا۔ ہمیں مبلغ حاصل کرنے کے لئے مدارس میں زیادہ طلباء کو داخل کرنا پڑے گا اُن کو وظائف بھی دینے ہوں گے۔ اور پھر نئے نئے مشن کھولنے کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ لیکن ان اخراجات کو دیکھ کر مَیں گھبراتا نہیں۔ کیونکہ مَیں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو سن کر کافر کے سوا کوئی پیچھے نہیں رہ سکتا۔ اور اس شخص سے زیادہ شقی اور بدقسمت اَور کون ہوسکتا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ملاقات کے لئے بلایا اور وہ پیچھے بیٹھا رہا۔ اُس کے کانوں میں اللہ تعالیٰ کی آوازیں آئیں لیکن وہ اپنے غفلت سستی اور بخل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ

کی ملاقات سے محروم ہو گیا۔

پس یہ امتحان کا وقت ہے۔ ہر صبح اور ہر شام بلکہ ہر منٹ اور ہر سیکنڈ ہمارا قدم آگے بڑھنا چاہیئے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے منشاء کو پورا کر کے اپنے گھروں کو اُس کی برکتوں اور فضلوں سے بھر لیں۔'' (الفضل 3 فروری 1947ء)